اسلامی تہذیب کی خصوصیات اور مسلمانوں کی موجودہ ضرورت

مولانا اسرارالحق قاسمی

موجودہ مغربی تہذیب کوئی نوعمر تہذیب نہیں ہے۔ دراصل اس کی جڑیں ہزاروں سال پرانی یونانی اور رومی تہذیبوں سے پیوستہ ہیں۔ یونانی تہذیب مغربی ذہنیت کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔ یہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفۂ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا اور یونانی قوم ایک مخصوص نظریۂ تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے دنیا پر چھا گئی۔ اس تہذیب کا اصل الاصول انسان کی تمام قوتوں کا ہم آہنگ نشو ونما اور سب سے بڑا معیار خوبصورت اور سڈول جسم سمجھا جاتا ہے۔ جسمانی تربیت، ورزشی کھیلوں، اور رقص وغیرہ کو اس لئے اس میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس میں زیادہ زور محسوسات پر ہے۔ اس میں نہ روحانیت کا مغز ہے، نہ باطنیت کا، نہ پیشوایان دین کا طبقہ ہے نہ علم دین کا، یونانیوں کے جانشین رومی ہوئے اور قوت، مملکت کی تنظیم، سلطنت کی وسعت اور عسکری صفات میں ان پر فوقیت لے گئے۔ لیکن علم وادب، تہذیب وشائستگی میں وہ یونانیوں کے درجہ کے کمال تک نہ پہنچ سکے۔ اس وجہ سے ان کے ذہنوں پر یونانیوں کی گرفت ہمیشہ مضبوط رہی اور رومی، یونانی تہذیب سے مغلوب رہے۔ پھر ایک عرصے کے بعد رومی تہذیب بھی خاتمے کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد بھی مختلف تہذیبیں اس دنیا میں نمودار ہوتی رہیں اور ان میں سے سب کی کچھ نہ کچھ خصوصیات تھیں۔ تہذیبوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ تاریخ کے آغاز سے ہی یہ عروج وزوال سمیری، کلدانی، اشوری، ہندی، ایرانی، رومی اور اسلامی تہذیبوں کا جزولازم رہا ہے۔ اس کے نقطۂ عروج سے ہی اسلام نے قدیم اور جدید تہذیبوں کے مابین رابطے کا کام کیا ہے۔ آج مغربی تہذیب کا دور ہے۔ یہ تہذیب چار سو برسوں سے زیادہ پر محیط ہے، اس دور میں سائنس، سیاست اور سماجی حالات میں کافی ترقی ہوئی ہے مگر آج مغرب سخت بحران سے دوچار ہے، اپنے افکار وخیالات اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس پر بحرانی کیفیت طاری ہے۔ وہ لوگ جو مغرب کی تہذیبی تاریخ، ان کے فلسفہ، سائنس اور نئے خیالات سے واقف ہیں وہ کم وبیش ان کے بحرانی نشانات کو دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تہذیب کے لئے چار صدی طویل زمانہ ہوتا ہے، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ماضی میں کچھ تہذیبیں اس سے بھی زیادہ زمانہ پر محیط رہی ہوں، لیکن سائنس، ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک مواصلات میں جس سرعت کے ساتھ اس دور میں پیش رفت ہو رہی ہے، اس سے قبل کسی تہذیب میں نہیں ہو سکی ہے۔ البتہ چوں کہ مغرب کے معاشرہ پر تاریخی یا نظریاتی اعتبار سے یونان کی شہری ریاست اور بعدازاں رومن سیاسی نظام کی چھاپ ہے، اس لئے ان دونوں تہذیبوں کی خامیاں اس ایک تہذیب کے اندر پائی جاتی ہیں، سماجی معاملات سے لے کر سیاسی امور تک میں مغرب اور مغربی تہذیب نے پوری دنیا کو اگرچہ اپنے زیر اثر لے رکھا ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ اس کے اندر کوئی ایسی حقیقی کشش اور کامرانی کی ضمانت نہیں ہے کہ اس کے بارے میں اطمینان کے ساتھ یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ انسانیت کے لئے دوررس نفع کی حامل ہے۔

اس کے برخلاف اسلامی معاشرے کا باقاعدہ تاریخی ونظریاتی آغاز شہرِ نبوی ﷺ سے ہوتا ہے۔ یثرب کا نام بدل کر مدینۃ الرسول رکھنا صرف نام کی تبدیلی نہیں تھی، نہ ہی جاہلیت کے دور سے ایام اللہ میں داخل ہونے میں کوئی منصب بدلنا تھا، بلکہ اوائلِ اسلام میں مدینۃ الرسول اور ایام اللہ کے

رونما ہونے کے بعد اسلام کے اخلاقی جغرافیہ اور تاریخ نے نئے نقطۂ نظر، کردار اور تہذیب کو جنم دیا۔ یہ تہذیب اپنے منفرد اور خاص نقطۂ نظر کے ساتھ، انسان کا وجود اور اس کی ابتدا کے بارے میں صدیوں سے ان کے اجتماعی حافظہ اور روح کی گہرائیوں میں بسی ہوئی ہے۔ مدینۃ الرسول ہمارے لئے ایک ابدی اخلاقی گھر ہے اور ایام اللہ ہماری پوری عملی زندگی میں ایک برق کی مانند دوڑتے رہتے ہیں۔ نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کو وحی کے ذریعہ یہ بتایا گیا کہ اسلام صرف دوسری عالمی تہذیبوں کی مانند ایک تہذیب نہیں، بلکہ وہ ایک کامل و مکمل دین ہے۔ اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں۔ تجارت ہو یا زراعت، سیاست ہو یا ملازمت، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، معاشیات ہوں یا معاشرت، تہذیب ہو یا تمدن ہر ایک کے متعلق اسلام میں واضح رہنمائی موجود ہے۔ دنیا کا کوئی اور مذہب یا تہذیب اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس کی شان یہ ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ کسی نسل کا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی رنگ کا ہو، جو بھی زبان بولتا ہو اس کے لئے اسلام میں رہنمائی و ہدایت موجود ہے۔ اسلام نے نسل، قوم، زبان اور رنگ کے تمام بتوں کو پاش پاش کیا اور برتری کا مدار تقویٰ پر رکھا۔ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے اسلام کا یہ نظام حیات قیامت تک کے لئے ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کتنی صدیاں بیت جائیں، خواہ کتنے ہی انقلابات آئیں، یہ دین ہر زمانے کے لئے ہے، ہر صدی کے لئے ہے اور تمام حالات کے لئے ہے۔ عالم انسانیت کے لئے اسلامی تہذیب کے گیارہ اہم بنیادی عطیات ہیں جو اس طرح ہیں: ۱۔ صاف اور واضح عقیدۂ توحید ۲۔ انسانی وحدت و مساوات کا تصور ۳۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت و بلندی کا اعلان ۴۔ عورت کی حیثیتِ عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی ۵۔ ناامیدی اور بدفالی کی تردید، حوصلہ مندی اور اعتماد کی آفرینش۔ ۶۔ دین و دنیا کا اجتماع، حریف و برسرِ جنگ انسانی طبقات کے درمیان مصالحت پر زور۔ ۷۔ دین اور علم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام و استحکام۔ ۸۔ علم کی تکریم و تعظیم اور اسے مفید، بامقصد اور خدا رسی کا ذریعہ بنانے کی سعیِ محمود۔ ۹۔ دینی معاملات میں بھی عقل سے کام لینے، فائدہ اٹھانے اور انفس و آفاق میں غور و فکر کی ترغیب۔ ۱۰۔ امت کو دنیا کی نگرانی و رہنمائی، انفرادی و اجتماعی اخلاق و رجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادتِ حق کی ذمے داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔ ۱۱۔ عالمگیر اقتصادی و تہذیبی وحدت کا قیام۔ ان میں سے ہر عنوان بڑا وسیع اور طویل الذکر ہے۔ اگر بعثت محمدی سے پہلے کے جاہلی زمانوں اور تہذیبوں اور ظہورِ اسلام کے عہد و تہذیب اور معاشرہ کے درمیان حقیقت پسندانہ موازنہ کر کے دیکھا جائے تو ان میں سے ہر ایک کی اہمیت و حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آجائے گی۔

اسلامی معاشرہ نہ دوسروں پر تسلط حاصل کرنا چاہتا ہے اور نا ہی کسی دوسرے کے غلبہ کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ دوسری اقوام کے خود فیصلہ کرنے اور ضروری وسائل تک ان کی رسائی کے حق کو ایک باعزت زندگی کے لئے تسلیم کرتا ہے۔ وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق موجودہ تمام تکنیکی ترقی کے ضروری ذرائع و وسائل کے حصول کو اپنا حق مانتا ہے اور دوسروں کے غلبہ اور ماتحتی کی تردید کرتا ہے۔ اسلامی معاشرہ قوموں کے تعلقات میں طاقت کے استعمال، منافقت اور دوہرے رویہ کی تردید کرتا ہے اور اس کے بدلے میں بین الاقوامی تعلقات میں باہمی عزت و احترام کے اصول اور منطق کو اپناتا ہے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ یکسر دنیا سے لاتعلق ہو جائے اور نہ یہ کہ مسجد میں جا بیٹھے اور پھر وہاں سے نہ نکلے، نہ اسلام یہ

چاہتا ہے کہ انسان غار میں جا کر پناہ گزیں ہو جائے اور پوری زندگی وہیں گزار دے، ہر گز نہیں۔ بلکہ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی بہترین تہذیب اور بے مثال تمدن کو پوری طرح اپنائیں تا کہ مہذب اقوام عالم پر سبقت لے جائیں، مال و دولت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں اور علم و حکمت کے لحاظ سے تمام علوم کے سب سے بڑے عالم ہوں۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہمارے تشخص کا ماضی کے ساتھ گہرا ربط ہے۔ لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔ خدا کا پیغام وحی کے ذریعے ہم پر ماضی ہی میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ کسی ایک زمانے کے لئے نہیں تھا۔ ہمیں اپنے ماضی کا حوالہ دینا چاہئے، کیوں کہ ہمارا تشخص ماضی میں ہے، لیکن ہمیں ماضی میں ہی نہیں رہنا چاہئے، وہ تو مراجعت ہو جائے گی۔ ماضی کی جانب ہم اس لئے دیکھیں کہ ہمیں آگے مستقبل کی طرف چھلانگ لگانے کے لئے تختہ فراہم ہو جائے، مستقبل کی طرف آگے بڑھتے ہوئے ہم آج کی دنیا کو پورے طور پر سمجھیں اور انسانی تمدن اور افکار کی مثبت کامیابیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، وہ خواہ کہیں بھی ہوں، صرف اس طریقۂ کار سے ہی ہم اپنے ماضی کی عظمت اور شان کو دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں۔ اپنے حال اور مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کا ڈول ایسا ڈالا جائے جس میں روحانی صفات اور الہام ہو لیکن اس کے ساتھ انسانی تعقل پسندی اور انسانی حقوق کا پورا احترام کیا جاتا ہو۔ آج کی رائج مغربی تہذیب اپنی بے پناہ ترقیوں کے باوجود انسانوں کی قلبی و ذہنی آسودگی اور روحانی تسکین کے باب میں جو کہ اس کی اصل اور بنیادی ضرورت ہے، پوری طرح ناکام ہو چکی ہے، اسلام ہی ایک ایسا دین اور اسلامی تہذیب ہی واحد ایسی تہذیب ہے جو انسانوں کی ہر قسم کی ترقیات کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان کی دلی، ذہنی و روحانی تسکین و کامرانی کا سامان کر سکتا ہے، اس کے لئے پہلے خود مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور دین سے مکمل طور پر جڑنا ہو گا، اگر مسلمان خود ہی اسلامی تہذیب سے دور رہیں تو پھر دوسری قوموں کو اسلام کے دامن میں پناہ گزیں ہونے کی دعوت کون دے گا؟